روشن خیالی یا زبوں حالی؟

محمد زبیر آل محمد

زمانہ جاہلیت میں خوبصورت اور حسین لڑکیوں کے حسن و جمال سے متعلق اشعار بازاروں میں گائے جاتے حسین وجمیل لونڈیوں کے بعض مالک ناچ گانے پر لگا کر انکی عصمت فروشی پر قیمت وصول کرتے ۔اوباش ،بدکار اور بازاری جوان ہمیشہ انکے تعاقب میں ہوتے دنیا میں بدنام، رسوا، ذلیل، منحوس اور حقیر سمجھی جانے والی عورت کو ان جگر خراش لمحات میں عزت، حرمت، آبرو اور ارجمندی اس ہستی اقدس نے اس انداز میں عطا فرمائی۔

۱. یاایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذالک ادنی ان یعرفن فلایؤذین (سورۃ الاحزاب، ۵۹)

ترجمہ: اے میرے نبی آپ اپنی ازاج مطہرات سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تا کہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔

۲. وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی (سورۃ الاحزاب، ۳۳)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں آرام وسکون کے ساتھ ٹکی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کے ساتھ نہ نکلا کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں رہا کرو صرف ضرورت سے ہی نکلا کرو اور جب نکلو تو ایام جاہلیت کی عورتوں کی طرح بن ٹھن کر بے پردہ نہ نکلا کرو۔

مفسرین نے ''تبرج'' کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ عورت مٹکتی ہوئی اور زینت کا اظہار کرتی چلے جس سے مردوں کی جنسی خواہش بھڑکے ایسے باریک اور عریاں لباس پہنے جس سے اس کے جسم کا پردہ نہ ہو۔ اور کوشش کریں کہ اس کی گردہار اور بالیوں وغیرہ لوگوں کو دیکھائی دیں۔

ان احکامات الٰہیہ کو اسلامی نظریاتی ریاست کے سربراہ نے لندن میں بیٹھ کر بی بی سی کے پروگرام ''نیوز نائٹ'' کو انٹرویو دیتے ہوئے تمغوں والی آمرانہ تیز چھری کے ساتھ یہ کہتے ہوئے ذبح کر دیا کہ ''خواتین کو گھروں میں بند رکھنا ایک رجعت پسند نظریہ ہے۔ نقاب میں چھپی خواتین اسلام کی پسماندہ تصویر کشی کر رہی ہیں کچھ لوگ خواتین کو گھروں کے اندر رکھنا اور پردہ کروانا چاہتے ہیں جو بالکل غلط ہے'' ایک طرف قرآن کے احکامات ذبح ہو رہے تھے تو دوسری طرف پنجاب کے وزیر اعلیٰ تحصیل سطح پر قرآن محل قائم کرنے کیلئے تین کروڑ کی فراہمی کا اعلان پنجاب قرآن بورڈ کے اجلاس میں کر رہے تھے۔

اسلام نے عورت کو عزت وشرف، عظمت ووقار عطا کیا ہے مگر یہ لوگ اس صنف نازک کو کہیں مخلوط تعلیم گاہوں میں بحیثیت طالبات اور ٹیچر کہیں ہوائی جہازوں میں بحیثیت ائر ہوسٹس کہیں تھیٹروں میں اداکار اور گلوکار کہیں ذرائع ابلاغ میں بحیثیت اناؤنسر اور کہیں فحش رسائل و اخبارات میں دوشیزاؤں کی عریاں تصاویر کی مارکیٹنگ کر کے اسے گھسیٹ رہے ہیں اور ساتھ ساتھ اس بات کا بھی اظہار ہے کہ ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کے نعرے کو دل سے مانتا ہوا اور نعرہ لگانے کو بھی تیار ہوں'' حکومت پاکستان کی تضاد بیانیاں منافقانہ لباس پہنے کھڑی ہیں جس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے وہ کم ہے۔

عظیم صحافی عرفان صدیقی کے غیرت وحمیت میں ڈوبے قلم سے اس طرح اشکوں کا سیل رواں ہے کہ ''رونق محفل بن جانے والی مغربی عورت کے کرب بے توقیری اور تذلیل کو صرف وہی سمجھ سکتی ہے طلاق کا آسمان کو چھوتا گراف۔ کنواری ماؤں کی بڑھتی ہوئی تعداد۔ گم شدہ باپوں کے بے ننگ و نام بچے اور ہم جنس پرستی جیسے روگ اسی تہذیب کے ثمر ہیں۔ جس کے بارے میں اقبال نے ''چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر'' کا مصرع تخلیق کیا تھا۔ عفت وحیا ہماری خواتین کا سرمایہ اعزاز ہے ہمارے ہاں پردے کا مسئلہ محض رواج نہیں ٹھوس مذہبی حوالہ رکھتا ہے۔

یہ تجزیہ کسی طور پہ درست نہیں کہ نقاب میں چھپی خواتین نظریہ اسلام کی پسماندہ تصویر پیش کرتی ہیں ۔ دہشت گردی کی طرح پسماندگی اور روشن خیالی کے معنی بھی خلط ملط کر دیئے گئے ہیں نیل گوں ساحلوں کے

کنارے مگرمچھوں کی طرح پہلو بدلتی عریاں عورتیں ترقی و روشن خیالی کا نمونہ ہیں اور نقابوں وحجاب میں لپٹی وہ عفت مآب خواتین پسماندہ اور قدامت پرست ہیں جن کی چادروں سے فرشتوں کے پروں کی خوشبو آتی ہے اور جن سے سورج کی کرنیں بھی نگاہیں جھکا کر ملتی ہیں''

رسول عربی ﷺ نے فرمایا:

عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں جب وہ بے حجاب ہو کر نکلتی ہیں تو انہی کے ذریعے مردوں کا شکار کیا جاتا ہے۔ صدر پاکستان شیطان کی رسیوں کو کھلا چھوڑ کر مردوں کی غیرت وحمیت کا شکار کرنا چاہتے ہیں۔ اب دیکھیے شکاری کے اس جال میں کون پھنستا ہے اور کون شرم وحیا کے ساتھ نظریں جھکا کر اس نازک ترین دور میں عریاں عورتوں سے اپنے غیور دامن کو بچاتا ہے۔ جبکہ برطانیہ میں پاکستانی سفیر ڈاکٹر ملیحہ لودھی بھی اپنا پورا زور اس بات پر لگا رہی ہے کہ ''ہمیں برطانوی معاشرے میں زیادہ جذب ہونے کی ضرورت ہے۔ خود کو تنہا کر لینے سے آپ کی بات کون سن سکتا ہے''

مغربی معاشرہ جس کی طرف ڈاکٹر ملیحہ للچائی نظروں سے دیکھ رہی ہے وہ ذلت ورسوائی اور تاریکی کی دبیز تہوں میں اس طرح ڈوبا ہوا ہے جن کے نمونے کی ایک جھلک اس معاشرے میں جذب ہونے سے پہلے ضرور ملاحظہ کر لیجئے۔

1۔ برطانیہ میں ماڈل گرلز جسم فروشی کے ذریعے سالانہ ۸۰ سے ۹۰ پونڈ کما لیتی ہیں۔ (بیدار ڈائجسٹ اکتوبر ۱۹۹۵ء)

2۔ فرانسیسی صدر شیراک کی بڑی بیٹی اور ان کے سیاسی میر کلاڈ نے شادی کیے بغیر ہی ایک صحت مند بچے کو جنم دیا۔ (جنگ لاہور ۲۶ مارچ ۱۹۹۶ء)

3۔ امریکہ میں بارہ سال سے کم عمر بچیوں میں ۲۰ فیصد اپنے باپوں کی ہوس کا شکار ہوئیں ۴۶ فیصد رشتہ داروں اور ۳ فیصد کو دوستوں نے شکار کیا صرف چار فیصد کی اجنبیوں نے عصمت دری کی۔ (بیدار ڈائجسٹ ستمبر ۱۹۹۴ء)

4۔ نیویارک میں ۴۳ سالہ ماں نے بیٹے سے شادی کر لی۔ (جنگ یکم مئی ۱۹۸۴ء)

5۔ فرانسیسی صدر (مترا) نے ۲۰ سالہ ناجائز بیٹی کو اسکی ماں سمیت صدارتی محل میں رکھا جس کا انکشاف فرانسیسی جریدے ''پیرس میچ'' نے کیا۔ (نوائے وقت ۴ نومبر ۱۹۹۴ء)

6۔ گلاسکو آئر شائر کا ایک دس سالہ بچہ جس نے اپنی ساتھی طالبہ پر جنسی حملہ کیا جس پر اسے دوسرے سکول ٹرانسفر کر دیا گیا۔ (جنگ لندن ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۴ء)

7۔ انگلینڈ اور ویلز میں پندرہ سال سے کم عمر لڑکی ہر 100 میں سے حاملہ ہو گی۔ (جنگ لندن ۶ نومبر ۱۹۹۳ء)

8۔ بریڈ فورڈ میں پانچ ماہ کی حاملہ سولہ سالہ لڑکی کو راہزنی کی چھ وارداتوں میں ملوث ہونے کے الزام میں ایک سال سزائے قید کا حکم دیا گیا۔ (ماہنامہ المذہب اگست لاہور ۱۹۹۴ء)

9۔ گلاسکو ایڈنبرا یونیورسٹی کے شعبہ نفسیات کے پروفیسر کرس برانڈ نے دعویٰ کیا ہے کہ بارہ سال سے بڑی عمر کے بچوں کے ساتھ بڑی عمر کے لوگوں کا باہمی رضامندی اور رغبت کے ساتھ غیر متشدد جنسی تعلقات قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (جنگ لندن ۹ نومبر ۱۹۹۶ء)

10۔ امریکہ میں ٹام گرین نے پہلے دو عورتوں سے شادیاں کیں ان دونوں عورتوں کی پہلے شوہروں سے ایک عورت کی ایک بیٹی تھی جبکہ دوسری کی دو بیٹیاں تھیں ٹام گرین نے بعد میں ان کی تین بیٹیوں سے بھی شادی رچالی۔ (اردو ڈائجسٹ ستمبر ۱۹۹۳ء)

یہ ہے وہ مغربی اور یورپی تہذیب'' جس میں پرائمری سکول کی بچیوں کے بستوں سے مانع حمل اشیاء برآمد ہوں جس سوسائٹی میں ماں اپنی سکول جاتی آٹھ سالہ بچی کو بطور یاد دہانی پوچھے کہ بیٹی بستہ میں کنڈوم رکھ لیا ہے نا؟ جس دیس میں نوجوانوں کو ''تفریح کے نام پر الاؤنس دیا جائے سکول میں مخلوط رقص کی کلاسوں میں شرکت کرانا لازمی ہو، نیم برہنہ لڑکے لڑکیاں اکٹھے تیرا کی کریں زنا کے موقع قدم قدم پر میسر ہوں اور ترغیبات کا دور دورہ ہو جس ملک میں محافظ انجیل، چرچ کا سپریم گورنر اور سربراہ کلیسائے انگلستان، تاج برطانیہ، مرد کے مرد سے مکروہ و مردود فعل کو بقلم خود قانوناً جائز قرار دے'' (عشق اسلام اور جدید سائنس صفحہ ۳۶۲)

یہ مغربی اور یورپی تہذیب کے وہ اوصاف خبیثہ ہیں جن میں جذب ہونے کی دعوت ڈاکٹر ملیحہ لودھی دے رہی ہیں اور شرم وحیا میں لپٹی ہوئی خواتین کے چہروں سے نقاب اتروا کر صدر پاکستان ایک معتدل اور روشن خیال ملک کا نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ ہمارے پیارے رسول ﷺ کا فرمان ہے جو اپنی رفیقہ حیات کو شمع انجمن بنانے کے لئے لوگوں کی منظور نظر قرار دلانے کیلئے مزین و معطر کرائے، ہونٹوں کو لپ سٹک لگائے سیاہ زلفوں کی زیبائش کے ساتھ یا مردوں کے مشابے کٹنگ کروا کر ننگے سر پر پف بنا کر بازار میں ننگے منہ لائے وہ دیوث ہے۔

اسی لئے اکبر الہ آبادی نے کہ شعر کہا ہے۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کے پردہ کو کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

معاشرے میں جرائم کے اسباب

صنعتی انقلاب نے جہاں ہماری دنیا میں لاتعداد مسائل پیدا کئے وہاں سب سے اہم اور خطرناک مسئلہ مجرمانہ رجحانات کی ترقی ہے بدقسمتی سے نوجوانوں کے اندر بڑھتی ہوئی مجرمانہ سرگرمیوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ ہمارے زمانہ کی ایک سماجی بیماری ہے جس نے معصوم انسانیت و پریشان کر رکھا ہے۔ ستم بالائے ستم کہ تہذیب وتمدن کے پہلو میں نوجوان مجرم پرورش پاتے ہیں نوجوانوں کی قانون شکنی اور مروجہ اخلاقی روایات کے خلاف باغیانہ ردعمل نے بڑے بڑے تعلیمی ماہرین اور مفکرین کو پریشان کر رکھا ہے۔

مزید برآں اسی صنعتی انقلاب نے گذشتہ تاریخی وسماجی روایات اور تہذیبی اقدار کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ باقی ماندہ تہذیبی اثرات بتدریج از خود مٹ رہے ہیں۔ اور ان کے بجائے انسانی سماج نے ابھی تک کوئی اخلاقی یا روحانی نصب العین تیار نہیں کیا ہے۔ گویا ایک بے چینی انارکی اور بے اطمینانی کا ماحول پھیل رہا ہے۔ جس پر حیوانیت، نفسانیت اور شیطانیت کا غلبہ ہے۔ نام نہاد مہذب سوسائٹی اخلاقی بحران کا شکار ہے۔ حتی کے اقوام متحدہ کے انسانی چارٹر پر دستخط کرنے کے بعد بھی انسانیت اپنی اخلاقی اور نفسیاتی الجھنوں سے محفوظ نہیں رہ سکی۔ ورنہ اقوام متحدہ کا قیام اور اس کا انسانی چارٹر انسانی عقل و خرد کے عظیم ترین شاہکار کہلاتے ہیں۔ نیز یونیورسٹیوں اور عدالتوں کے زیر سایہ تعلیم یافتہ نوجوان بدستور مجرمانہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ یہ اخلاقی ادارے ناکام ہو چکے ہیں۔

سب سے عظیم ترین المیہ تو یہ ہے کہ دو بڑی جنگوں نے انسانی قوانین کی دھجیاں فضائے آسمان میں بکھیر کر رکھ دیں۔ ان کے بد اثرات نے ساری انسانیت کو متاثر کیا رفتہ رفتہ نوجوان نسل گذشتہ قدیم اخلاقی وتہذیبی روایات سے کٹنے لگی۔ بلکہ ان روحانی اقدار کر ملیا میٹ اور پامال کر کے مجرمانہ طور پر باغی کہلانے میں فخر محسوس کرنے لگی۔ قانون کا احترام جاتا رہا۔ تشدد وذہنیت نے پرورش پائی۔ بزرگوں کا ادب ختم ہوا۔ انسانیت کا احترام ختم ہوگیا۔ مکروہ اور ناپسندیدہ حرکات کا اعلانیہ ارتکاب ہونے لگا۔ حرام کاری کا کاروبار وسیع تر ہوگیا۔ نوجوانوں کی خرمستیوں میں اضافہ ہوا ۔ نوجوان کنواری لڑکیوں نے عصمت کے پردے اپنے ہاتھ سے چاک کر دیئے اپنے لمبے اور نوکدار پالش شدہ ناخنوں سے تہذیب انسانی کو کھرچنا شروع کر دیا۔

ان حالات کے تحت شریف شہریوں کی پریشانیوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ عموما والدین اپنے بچوں کے بارے میں پرامید رہ کر خوش آئند توقعات رکھتے ہیں لیکن وہ قطعاً مایوس ہو چکے ہیں۔ حتی کہ ماہرین تعلیم ومفکرین نے اپنی مایوسی کا اظہار کر دیا ہے۔ خطرناک مجرموں کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سماجی حالات اور گھریلو ماحول کی ابتری کا شکار ہوئے وہ گھرانے جو خود غرضی ، نفس پرستی، جھگڑوں اور باہمی عداوتوں میں مصروف رہتے ہوں یا جن گھرانوں میں طلاق، جھگڑا، اغوا، زنا جنسی بے راہ روی، آوارگی چوری وقتل کے واقعات کا ارتکاب کھلے عام ہوتا ہو۔ یا جہاں عدم مساوات کا دور دورہ ہو، مزدوری کرنے والے مجروح ہو چکے ہوں یا مرگئے یا بے کاری کا شکار ہوں۔ وہاں لازمی طور پر مجرمانہ حالات از خود پیدا ہو جاتے ہیں۔ بد اخلاقی فضا کو مکدر کر دیتی ہے۔ اور بالواسطہ طور پر مجرمانہ ذہنیت پرورش پاتی ہے۔ جن گھرانوں میں کثرت سے شادیاں ہوتی ہیں یا جو اقتصادی بدحالی کا شکار رہوں۔ اخراجات کی بھرمار ہو، لازمی طور پر وہاں مجرمانہ رجحانات بڑھتے ہیں۔ جن گھرانوں میں بچوں کی مناسب تعلیم وتربیت کا انتظام نہ ہو یا ہونہار بچوں کی زندگی میں ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کے مواقع نہ حاصل ہوں یا جن تعلیم یافتہ نوجوانوں کو سماجی اور اقتصادی مشکلات نے گھیر لیا ہو۔ یا جو نوجوان ہمیشہ پژمردہ، کمزور پست ہمت اور افسردہ رہتے ہوں۔ یعنی زندگی میں اعتدال نہ رہنے پائے تو لازمی طور پر خطرناک مجرمانہ رجحانات پیدا ہوتے ہیں اور بالآخر ایک خوفناک طوفان کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جس سے ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہونا ان کا مقدر ٹھہرتا ہے۔

سوسائٹی میں عدم مساوات، سیاسی کش مکش اور نفسیاتی وتہذیبی الجھنوں کا وجود اعتدال

قائم نہیں رہنے دیتا۔ ذاتی بغض و عناد، بخل، جھوٹ فریب مکر وریا، رعب دبدبہ، ناجائز دباؤ، حق تلفی، ناانصافی، مظالم، بے ایمانی، ریاکاری، منافقت، تعصب، ہٹ دھرمی، کینہ پروری، طبقاتی تنازعات، نسلی منافرت، گروہی تعصب، باہمی اختلافات، حسد ذاتی دشمنی، بزدلی، اور جنسی آوارگی وغیرہ سب اخلاقی کمزوریاں، سماج کا اخلاقی توازن بگاڑ دیتی ہیں۔ جب نوجوانوں کے پیش نظر کوئی اعلیٰ و محکم مثالی کردار کا نمونہ ہی موجود نہ ہو اور نہ ہی انہیں عملی اخلاقیات کی تربیت حاصل ہو تو لازمی طور پر مجرمانہ حرکات کا ارتکاب عام ہونے لگتا ہے۔

اقتصادی مشکلات و پریشانیاں عدم مساوات کے باعث بڑھتی ہیں۔ جس سے عام متمدن زندگی میں توازن قائم نہیں رہتا۔ ایک طرف سوسائٹی کا مالدار طبقہ بے رحمانہ طور پر بے اندازہ دولت سے کھیلتا ہے۔ اور انسانی شرافت کی مٹی پلید کرتا ہے۔ قومی خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ فالتو دولت کی مدد سے اقتدار پر قابض ہو جاتا ہے۔ زندگی کی تمام مراعات کو اپنے قبضہ میں لاتا ہے۔ دوسروں کے حقوق پر ڈاکے ڈالتا ہے۔ دوسروں کے غم میں شریک نہیں ہوتا۔ سوسائٹی کے مجلسی توازن کو بگاڑتا ہے۔

اجتماعی اخلاق اور روحانی اقدار کو پامال کرتا ہے تو لازمی طور پر سماجی بے چینی اور عام بدحالی کی وبائیں پھوٹ نکلتی ہیں۔ دولت مندوں کے پہلو بہ پہلو، بے کسی، معذور، لاغر، غریب، اپاہج افراد زندگی کی ابتدائی ضرورتوں سے محروم رہتے ہیں۔ ان کا کوئی پرسان حال نہیں۔ ایک عام فرد صبح و شام محنت کرنے کے باوجود مالی پریشانیوں سے رہائی حاصل نہیں کر سکتا۔ غریب تعلیم یافتہ نوجوانوں کیلئے آگے بڑھنے اور مزید ترقی کرنے کے مواقع محدود کر دیئے گئے ہیں یا وہ مجلسی رقابت کا شکار ہو جاتے ہیں ان کی خداداد صلاحیتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ نا اہل اشخاص دولت اور ناجائز دباؤ کے زیر اثر فوائد حاصل کرتے ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ مجرمانہ رجحانات بڑھ رہے ہیں۔ لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری عام ہے اور ایک عام انارکی حالت پیدا ہو چکی ہے۔

ان حالات میں تعلیم و تربیت بھی رائیگاں ہو چکی ہے۔ خود نظام تعلیم انارکی میں مبتلا ہے خوشحال گھرانوں کے نوجوانوں کو بہترین مواقع حاصل ہیں۔ جبکہ غریب بچے پھسڈی کہلاتے ہیں۔ یا مجرمانہ حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں ناقص تعلیم سے مطلوبہ تعلیمی مقاصد مرتب نہیں کئے جا سکتے۔ زندگی ایک مادی پہلو اختیار کر چکی ہے۔ غیر تعلیمی سرگرمیوں کی بھرمار ہے۔ گویا تعلیمی مشاغل (کسی حد تک) مدرسہ یا کالج کی چار دیواری تک محدود رہتے ہیں۔ باہر نکل کر علمی سرگرمیوں سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ نصاب تعلیم بھی اخلاقی ضرورتوں یا علمی ذوق و شوق سے مطابقت نہیں رکھتا۔ سب کو ایک ہی تعلیمی لاٹھی سے ہانکنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ناحق مجرمانہ رجحانات کی پرورش ہوتی ہے۔ تعلیمی ماحول کے اندر رہ کر بہت کم طلباء حقیقت اور سچائی کی تلاش کرتے ہیں۔ مضامین سے ذاتی شوق بہت کم ہوتا ہے۔ زیادہ تر وقت صرف کتابوں کو رٹنے یا امتحانات پاس کرنے پر صرف ہوتا ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوان مزید نفسیاتی و تعلیمی الجھنوں کے مریض بن جاتے ہیں۔ تلاش حقیقت کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ مشہور فلاسفر جارج سنتیا کو مجبوراً کہنا پڑا:

ہم ساری زندگی صرف معلومات حاصل کرنے میں ضائع کر دیتے ہیں بہت کم لوگ ایسے ملتے ہیں جو اصولوں کی خاطر یا محض اصولوں کیلئے علم ماہیت دریافت کرنے اور اس پر حاوی ہونے کیلئے کوشاں ہوتے ہوں۔

مجرمانہ رجحانات کی بیخ کنی اولاً تعلیم سے شروع کی جائے۔ اب یہ ماہرین تعلیم کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ طلباء کی انفرادی خداداد صلاحیتوں کو پوری طرح ابھرنے اور نشوونما پانے کے مواقع بہم پہنچائیں۔ ملکی ضرورتوں کو پیش نظر رکھیں، قومی روایات کو اجاگر کریں اخلاقی ماحول پیدا کریں، تعلیمی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیں، تعلیمی منصوبہ بندی کے علاوہ تعلیم سے فارغ شدہ طلباء کو ان کے ذاتی اور ذہنی رجحانات کے مطابق مناسب روزگار بہم پہنچانے میں مدد کریں، یا غیر موافق سماجی ماحول کو تعلیمی منصوبہ بندی سے ہم آہنگ کریں، غلط قسم کی تعلیم کا قلع قمع کریں۔ نااہل اور عیاش اساتذہ کو ہٹا کر اہل اور فرض شناس اساتذہ مہیا کریں۔ طلباء سے بددلی دور کریں۔

پارٹی بازی اور غنڈہ گردی کا خاتمہ کریں۔ نجی طلباء پر بھی مناسب توجہ دیں اور ہونہار طلباء کا بھی خاص خیال رکھیں۔ اپنے غیر ہمدردانہ، غیر انسانی اور ظالمانہ طرز عمل کو تبدیل کریں عام طور پر جاہل اور نااہل اساتذہ کی بھرمار نے اخلاقی توازن کو بگاڑنے میں زیادہ کردار ادا کیا ہے۔ غلط تعلیم و تربیت، مارکٹائی، گالی گلوچ، تند مزاجی، خشک طبیعت، خشک مضامین، خشک پڑھائی، غیر دلچسپ سرگرمیاں بد مذاق آوارگی اور غیر ہمدردانہ روش کے بد اثرات نوجوانوں کو بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ اور انہیں سماج کا باغی بنا دیتے ہیں بدکردار، مغرور، باتونی، جھگڑالو، شدت پسند، اور نا اہل

اساتذہ، نوجوانوں کے قاتل کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔

اساتذہ کا زیادہ تر وقت تعطیلات کی نذر ہو جاتا ہے۔ وہ بچوں کی تعلیم یا اخلاقی تربیت پر زیادہ محنت نہیں کرتے۔ محض کورس پورا کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ نصاب تعلیم میں اس قدر گنجائش نہیں رکھی جاتی۔ محض معلوماتی یا رسمی مذہبی تعلیم پر ہی اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ بیچارے نوجوان غلط تعلیم اور نا اہل و آرام پسند اساتذہ کے باعث مجرمانہ سرگرمیوں کی طرف چل پڑتے ہیں۔ ہڑتالوں میں حصہ لیتے ہیں دنگا وفساد سے اپنی نفسیاتی الجھنوں کا علاج کرتے ہیں اساتذہ کی زیادہ تعداد خود نفسیاتی طور پر مختلف امراض کا شکار ہوتی ہے۔ وہ اخلاقی طور پر بلند حیثیت نہیں رکھتے۔ تعلیمی لحاظ سے پست ہوتے ہیں۔ وہ نوجوانوں کیلئے مثالی کردار کا نمونہ نہیں ہوتے۔ نہ ہی اعلیٰ اخلاقی کردار کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس معصوم نوجوان اساتذہ کی اخلاقی کمزوریوں اور تعلیمی جہالت کے باعث خطرناک طور پر متاثر ہوتے ہیں فیل شدہ اور غبی طلبا کی حالت تو قابل رحم بنادی گئی ہے۔ حالانکہ ان پر خصوصی توجہ دینی چاہئے کیونکہ انہیں بھی مفید شہری بنانے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کیلئے نا اہل اساتذہ ہٹا کر قابل، محنتی اور مصلح قسم کے اشخاص کو تعلیمی اداروں میں ملازم رکھا جائے۔ اسی صورت میں مفید مطلب نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

قابل اساتذہ کے ذمہ نہ صرف طلباء کی تعلیمی، نفسیاتی، اور اخلاقی تربیت اور رہنمائی کے فرائض ہوں بلکہ وہ طلباء کی صحت، تفریح اور تعلیمی مشاغل کے بھی نگران ہیں، نیز یونیورسٹیوں کو بھی اس سلسلہ میں رہنمائی کرنی ہوگی۔ عدالتوں اور پولیس سے بھی امداد حاصل کی جائے۔ سماجی عدم مساوات کو دور کیا جائے۔ گھریلو اور سماجی ماحول درست کیا جائے۔

محکمہ تعلیم کو اس سلسلہ میں اپنے کاروبار کو وسیع کرنا پڑیگا۔ مختلف شہری کارپوریشنوں، ہسپتالوں، اور تھانوں کی مدد سے مخصوص نفسیاتی و تعلیمی کلینک قائم کرنے چاہیں جہاں تعلیمی سطح پر تعمیری کام کیا جائے۔ مجوزہ کلینکوں میں نفسیاتی علاج مہیا ہو۔ مجرمانہ رجحانات کی سائنٹفک تشخیص ہو اور غیر مجلسی خطرناک کاروائیوں کو روکا جائے۔ اس مہم کو کامیاب بنانے کیلئے پریس کا تعاون بھی اشد ضروری ہے۔ پریس کیلئے لازم ہے کہ وہ نوجوانوں کے بارے میں سنسنی خیز فحش اطلاعات پھیلانے سے پرہیز کرے۔ نیز پولیس کو آمادہ کیا جائے وہ نوجوانوں کو مفید شہری بنانے کیلئے مجرمانہ حرکات کی روک تھام کرنے میں پوری نیک نیتی اور محنت سے کام کریں۔ اس مقصد کیلئے یونیورسٹیوں کو تاکید کی جائے کہ وہ پولیس کی اسپیشل ٹریننگ کیلئے خصوصی کلاسز کا اجراء کریں۔ نوجوانوں کے اعلیٰ معیار زندگی کو بہتر بنانے کیلئے عمدہ نصاب مقرر کیا جائے۔ اساتذہ والدین کی رہنمائی کیلئے موثر اقدامات کئے جائیں۔ تعلیمی سرگرمیوں کے پہلو بہ پہلو سماجی انتظامات درست کئے جائیں گویا یونیورسٹیوں کو اب ملکی اخلاق و کردار کی رہنمائی کے فرائض سرانجام دینے ہوں گے۔

ھذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب

لے کر مکان دے دیں لیکن حضرت ابی بن کعبؓ مکان فروخت کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ تنازعہ بڑھ گیا تو فریقین نے (جس میں مدعی حضرت عمرؓ نہیں بلکہ حکومت وقت تھی اور مدعا علیہ حضرت ابی بن کعبؓ) نے مقدمہ جیت لیا تو انہوں نے یہ مکان بلا معاوضہ ہی مسجد کی توسیع کیلئے دے دیا۔

حضرت علیؓ کی زرہ ایک یہودی نے چوری کر لی آپ اس وقت خلیفہ وقت تھے۔ آپ نے یہ نہیں کیا کہ اس سے زرہ چھین لی اور اسے قطع ید کی سزا دے دیں۔ خلیفہ نے قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ آپ کے گواہ آپ کے بیٹے حضرت حسینؓ اور ایک غلام تھے۔ قاضی شریح نے حضرت علیؓ کا مقدمہ سنا تو اس بنا پر خارج کر دیا کہ اسلام نے غلام کی گواہی کو اپنے مالک کے حق میں اور بیٹے کی گواہی کو اپنے باپ کے حق میں قابل قبول قرار نہیں دیا۔ حالانکہ قاضی شریح خوب جانتے تھے کہ مدعی خلیفہ وقت اور راست باز انسان ہے اور دونوں گواہ بھی شاہد عادل ہیں۔ یہودی اس عدل سے اتنا متاثر ہوا کہ مسلمان ہو گیا۔

عدلیہ کی بالادستی کے دعوے تو عموماً سب حکومتیں کرتی ہیں مگر جب اس عدل کی رو بڑے طبقہ پر پڑتی ہے تو اس بالادستی کو تباہ کرنے کے کئی حربے اختیار کیے جاتے ہیں کہیں مقننہ حرکت میں آ کر قانون میں ترمیم کر دیتی ہے یا نیا قانون بنا ڈالتی ہے اور پہلے کو منسوخ کر دیتی ہے یا انتظامیہ ججوں کو تبدیل کر دیتی ہے یا عدلیہ کے حقوق میں کئی طریقوں سے رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں لیکن اسلام عدلیہ کو بالادستی عطا کرتا ہے۔ اور اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اللہ ہم سب کو عدل و انصاف پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆